45

جماعتِ احمدیہ کو ایک خاص ہدایت

فرمودہ ۲ فروری ۱۹۱۷ء

تشہد و تعوذ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت کی:

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ [1]

اس کے بعد فرمایا:

سیاست کئی قسم کی ہوتی ہے۔ ایک سیاست حکومت کی ہے اس سے بہت سے لوگ واقف ہیں۔ بلکہ لوگوں نے سیاست کے معنے یہ بنالئے ہیں کہ وہ انتظام جو حکومت سے متعلق ہے اس کو سیاست کہتے ہیں۔ لیکن درحقیقت سیاست ایک وسیع لفظ ہے۔ حکومت کی سیاست کے علاوہ اور بھی سیاستیں ہیں جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے حکومت کی سیاست سے کم نہیں۔ خواہ کوئی بڑی سے بڑی حکومت ہی ہو اس کی سیاست بھی اور سیاستوں سے مستغنی نہیں کر سکتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔[2] کہ تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے۔ اور ہر ایک سے اس کی رعیت کی نسبت سوال کیا جائیگا کیونکہ کوئی ایسا انسان نہیں جس کی کوئی ذمہ داری نہ ہو۔

عربی زبان بڑی کامل زبان ہے۔ اس کے الفاظ بھی ایسے ہی کامل ہیں کہ پورے پورے مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔ سیاست اصل میں عربی میں ایسے انتظام کو کہتے ہیں جس کے ماتحت نہ تو کسی کو بالکل آزاد چھوڑا جائے۔ اور نہ اس زور اور سختی سے کام لیا جائے کہ جس سے اس کے تمام اعضاء تھک کر رہ جائیں۔ چنانچہ گھوڑا سکھانے والے کو سائیس کہتے ہیں۔ اگرچہ ہمارے ہاں سائیں اس کو کہتے ہیں جو گھوڑے کے لئے گھاس پانی وغیرہ کا خیال رکھے۔ اصل میں یہ لفظ سائیس عربی لفظ سائس کا بگڑا ہوا ہے۔ عربی میں محاورہ ہے۔ سائس الدّواب یعنے جانوروں سے اتنا کام لینے

---

[1] النسآء: ۸۴

[2] بخاری کتاب الاستقراض باب العبد راع فی مال سیدہ

والا جو نہ کم ہو نہ زیادہ ۔ بعض لوگ گھوڑے خریدتے ہیں ۔ اور ان سے کوئی کام نہیں لیتے ۔ اس لئے وہ کھڑے کھڑے بے حد موٹے ہوجاتے ہیں ۔ اور بعض اتنا کام لیتے ہیں جس سے ان کے پٹھے گل کر ان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے ۔ ایسے لوگوں کو سائس الدواب نہیں کہہ سکتے ۔ تو جو آدمی افراط یا تفریط سے کام لیتا ہے وہ سیاسی آدمی نہیں کہلا سکتا مسلمانوں کی سلطنتوں میں اُن کی رعایا سُست پڑی رہتی ہے ۔ لوگوں سے خاطر خواہ کام نہیں لیا جاتا ۔ اور نہ اُن سے خدمات پُورے طور پر ادا کرائی جاتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ترقی کے میدان میں بہت پیچھے ہیں ۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے گھوڑے سے کام نہ لیا جائے ۔ اور وہ گھوڑا موٹا ہوتا رہے ۔ حتّٰی کہ کام دینے کے بالکل قابل نہ رہے مُسلمانوں کے مقابلہ میں زیادہ کام لینے والا یورپ میں نپولین ہوا ہے ۔ اس نے اپنی قوم سے ایسا کام لیا ۔ اور اس کثرت سے لیا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ۔ اور بعد میں ایک عرصہ تک کیلئے اپنے دشمنوں کے مقابلہ سے عاجز آ گئی ۔ پس جہاں آج کل ایسے مسلمان حکمران جو اپنی رعایا سے کام نہیں لیتے وہ سیاست دان نہیں ہیں ۔ اسی طرح نپولین جس نے اپنی قوم سے اِتنا کام لیا ۔ وہ بھی سیاست دان نہیں کہلا سکتا ۔

غرض سیاست کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ کام اس میانہ روی سے لیا جائے ۔ جو نہ زیادہ ہو اور نہ کم ۔ اور یہ سیاست صرف حکومت سے ہی تعلق نہیں رکھتی ۔ بلکہ ہر ایک تاجر کی ایک الگ سیاست ہے ۔ اور ہر ایک پیشہ ور کی الگ ۔

تاجر کی سیاست تو یہ ہے کہ وہ باہر سے مال نہ اس بے احتیاطی اور کثرت سے خریدے کہ اس کی دوکان میں ہی پڑا خراب ہوتا رہے اور نہ اتنا کم لائے کہ لوگوں کی ضروریات بھی پوری نہ ہوں بلکہ وہ ضروریات کو دیکھتا ہوا کسی چیز کی خریداری پر ہاتھ ڈالے تاکہ نہ اس کو ایک لمبے عرصہ تک خریداروں کا انتظار کرنا پڑے اور نہ یہ ہو کہ اس کے ہاں سے مال ہی نہ ملے ۔

اسی طرح پیشہ ور کی سیاست یہ ہے کہ نہ تو اشیاء کے تیار کرنے میں اتنی دیر لگائے جس سے مانگ کا وقت گذر جائے اور نہ اتنا پہلے کہ ابھی مانگ کا موقع ہی نہ آئے ۔ اور وہ اشیاء کے تیار کرنے میں مصروف رہے ۔ اسی طرح ہر گھر کی بھی ایک سیاست ہے ۔ چنانچہ باپ کے متعلق اولاد ہے خاوند کے متعلق بیوی ہے ۔ اُسے چاہیئے کہ نہ تو وہ ان کو اس طرح چھوڑ دے کہ وہ کسی کام کے ہی نہ رہیں اور نہ ان سے اتنا کام لے کہ وہ چُور ہو جائیں ۔ مثلاً بچوں کو پڑھنے پر اتنا مجبور کرے جس سے ان کے دماغ کُند ہو جائیں ۔ اور وہ آئندہ علمی ترقی سے محروم رہ جائیں گھر سے بڑھ کر جماعتوں میں سیاست چلی جاتی ہے جہاں ہر ایک شخص کے سپرد کچھ کام ہوتے ہیں ۔ اور ہر ایک اپنے فرائض منصبی کا ذمہ دار ہوتا ہے ۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنے فرائض سے قطع نظر کرکے دوسرے کے فرائض میں دخل دے تو یہ سیاست کے خلاف ہوگا ۔

سیاست کے متعلق کچھ قواعد بھی ہیں۔ اور ان کی نگہداشت نہایت ضروری ہے۔ لیکن اگر ان کو مدنظر نہ رکھا جائے۔ تو پھر سیاست یا انتظام میں خرابی عظیم واقع ہو جاتی ہے۔

سیاست کا سب سے بڑا قاعدہ یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں کوئی کام ہو۔ دوسرے لوگ اس میں دخل نہ دیں۔ مثلاً ایک گھوڑے کے لئے ایک سائیس رکھا گیا ہے۔ لیکن ایک اور آدمی یہ خیال کرکے کہ ممکن ہے۔ سائیس نے دانہ نہ دیا ہو دانہ دے دے۔ حالانکہ پہلے دانہ دیا جا چکا ہو۔ تو اس کا دانہ کھلانا کیسا بُرا ہوا۔ یا مثلاً ایک عورت سالن پکا رہی ہو۔ اور مرد اس خیال سے کہ ممکن ہے نمک نہ ڈالا گیا ہو۔ خود نمک ڈال دے تو وہ ہنڈیا یقیناً خراب ہوگی۔ تو اس طرح جانور کو دانہ کھلانے اور ہنڈیا میں نمک ڈالنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہنڈیا خراب اور جانور بیمار ہو جائے گا۔

غرض سیاست کا سب سے بڑا اصل یہی ہے۔ کہ کوئی کام جس کے سپرد ہو۔ دوسرا اس میں دخل نہ دے اور اگر دوسرے لوگ دخل دیں گے۔ تو نتیجہ ہمیشہ خراب نکلے گا۔

قرآن کریم میں آیا ہے۔ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ط وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ [1]

فرمایا کہ اگر یہ لوگ سیاست دان ہوتے۔ تو وہ باتیں جو خواہ امن سے تعلق رکھتی ہوں یا خوف سے غیر اہل لوگوں کے پاس نہ پھیلاتے۔ بلکہ اللہ کے رسُول یا اُن لوگوں کے پاس جاتے جن کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے۔ پھر وہ فیصلہ کرتے۔ دوسرے لوگوں کا یہ کام ہے کہ خواہ کسی قسم کی بات ہو وہ اُن تک پہنچا دیں۔ اور ان کو واقف کر دیں۔ جن کے سپرد یہ کام ہو۔ پھر جو ان کی سمجھ میں آئے وہ فیصلہ کر دیں یہ نہیں کہ انہیں اطلاع ہی نہ دی جائے۔ اور خود بخود کسی بات کا فیصلہ کر لیا جائے۔

یہ حکم تمام کاموں میں چلتا ہے۔ ایک گھر سے لے کر بڑی سے بڑی حکومت تک۔ اور ایک میاں بیوی سے لے کر ایک جماعت تک اور جو شخص اس کے خلاف کرتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

ہماری جماعت خُدا کے فضل سے ایک بڑی جماعت ہے اور اس میں بھی ایک سیاست ہے۔ حکومت کی بھی ایک سیاست ہے۔ جو دنیوی اُمور سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن ہماری سیاست دینی سیاست ہے۔ اور جس طرح دنیوی سیاست کے خلاف عمل کرنا بُرے نتائج پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح دینی سیاست کے خلاف عمل کرنا بھی نہایت ہی خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے

حکومت کی سیاست کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ تمام جسمانی طاقتوں کو باضابطہ ایک قاعدہ اور قانون کے ماتحت چلائے۔ اور دینی سیاست کا یہ ہوتا ہے کہ رُوحانی طاقتیں بھی تمام کی تمام ایک نظام کے ماتحت ہوں۔ پس جس طرح حکومت کی سیاست کے ماتحت جسمانی قویٰ سے عمدہ اور مفید نتیجہ پیدا کرنے کے لئے کوشش کی جاتی ہے۔ اسی طرح روحانی طاقتوں سے بھی عمدہ نتائج پیدا کئے جاتے ہیں۔

---

[1] النساء: ۸۴

لیکن اگر ہر ایک شخص سیاستِ حکومت میں دخل دے تو اس کا نتیجہ نہایت خراب نکلتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی کو قتل کر دے۔ اور مقتول کا رشتہ دار قاتل کو قتل کر دے تو اُسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ اور اس پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ اگرچہ گورنمنٹ بھی قاتل کو قتل ہی کرتی مگر چونکہ اس شخص نے سیاست کو اپنے ہاتھ لیا ہے اس لئے گورنمنٹ اس شخص کو نہیں چھوڑے گی۔ اور ضرور سزا دے گی اس کا کوئی حق نہ تھا کہ قاتل کو قتل کرتا بلکہ اس کا فرض یہ تھا کہ اصحاب سیاست کے پاس جاتا۔ اور تحقیقات کے بعد حکومت خواہ اسے کیسی بھی سخت سزا دیتی۔ جو اس نے دی یا مثلاً کسی شخص نے کسی سے کچھ روپیہ لینا ہو۔ اور مقروض دینے سے انکار کرے۔ تو لینے والے کا یہ حق نہیں ہے کہ اس سے چھین لے۔ بلکہ اس کا فرض یہ ہے کہ حکومت تک اس بات کو پہنچا دے۔

یہی بات دینی معاملات میں ہے۔ اگر کوئی شخص جماعت کے کسی آدمی کا خلافِ آئینِ شریعت کوئی فعل دیکھے تو اس کا یہ حق نہیں ہے کہ خود ہی اس کے لئے کوئی سزا تجویز کرے بلکہ اس کا یہ فرض ہے کہ وہ اس بات کو ان لوگوں تک پہنچا دے جو ذمہ دار ہیں یا جو دینی امُور کو سرانجام دے رہے ہیں۔

میں اپنی جماعت کے لوگوں کو تنبیہہ کرتا ہوں کہ وہ ہرگز دوسروں کے کاموں میں دخل نہ دیا کریں۔ اور جو کام جس کے سپرد ہو اس کو کرنے دیا کریں۔ ہاں اگر وہ کوئی نادرست بات دیکھیں تو اُن کا فرض ہے کہ ہم تک اس کو پہنچائیں۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جماعت کے لوگوں میں کوئی شخص حضرت مسیح موعود کے کسی حکم کے خلاف کوئی بات کرتا ہے تو دوسرے لوگ اس کو جماعت سے خود بخود الگ کر دیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ ان کا فرض تو یہ ہے کہ ہمیں اطلاع دیں۔ پھر ہم تحقیقات کریں گے۔ اور جس طرح مناسب ہو گا کیا جائے گا۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو کسی فعل کے بعد سچے دل سے تائب ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب وہ جماعت کے لوگوں کا اپنے ساتھ یہ سلوک دیکھتے ہیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کے دل کی کیا حالت ہوتی ہو گی۔ بعض دفعہ بالکل معمولی بات ہوتی ہے۔ مگر ذاتی کاوشوں اور رنجشوں کی وجہ سے وہاں کے لوگ اس کو جماعت سے یا امامت سے الگ کر دینا چاہتے ہیں۔ اور جب تحقیقات کی جاتی ہے۔ تو وہ بات اتنی سخت معلوم نہیں ہوتی جسقدر کہ ظاہر کی جاتی ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ اختلاف آپس میں ہوتا ہے۔ اور کونسی ایسی بات ہے جس میں اختلاف نہ ہو۔ مگر وہاں تک ہونا چاہیئے جہاں تک ذاتی عناد تک نوبت نہ پہنچے۔

دیکھو دنیوی قانون جو کہ نہایت تنگ اور محدود ہے جب اس کو بھی کوئی شخص خود بخود اپنے ہاتھ میں لے کر سزا سے نہیں بچ سکتا۔ تو شریعت کا قانون جس پر اجتہاد بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس کو کوئی ہاتھ میں لے کر کیسے سزا سے بچ سکتا ہے۔

شریعت میں ایک حنفی کہلاتے ہیں اور ایک حنبلی ہیں۔ اگر ان میں ایک دوسرے کے اخراج

کا سلسلہ چلے تو پھر کیسی خرابی لازم آتی ہے۔ گو اصول میں اختلاف نہیں ہوتا۔ مثلاً قانون ہے کہ جو شخص کسی کو قتل کرے۔ اس کو قتل کر دیا جائے مگر قاتل کو کون قتل کر سکتا ہے۔ وہی جس کے ہاتھ میں قدرت نے سیاست دی ہے۔ لیکن اگر مقتول کے رشتہ دار قاتل کو قتل کرنا چاہیں تو یہ ان کا سیاست میں دخل دینا ہوگا۔ جس کے بُرے نتیجہ سے وہ لوگ بچ نہیں سکتے۔

لیکن اس سے بھی زیادہ ضروری دینی معاملات ہیں۔ ان میں ہر شخص اگر خود بخود فتویٰ دینے لگے۔ تو جماعت میں ایک فتنہ عظیم برپا ہو سکتا ہے۔ یہاں پر زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور ذرا سی بے احتیاطی سے انسان گنہگار ہو جاتا ہے جب انسان حکومت کی سیاست میں دخل دے کر سزا سے بچ نہیں سکتا۔ تو دینی سیاست میں دخل دے کر کوئی شخص کیسے بچ سکتا ہے۔ حکومت کی سیاست میں جب کوئی شخص کسی بات کو قانون کے خلاف پاتا ہے۔ تو ان تک پہنچا دیتا ہے۔ جن کے سپرد حکومت نے اس کا فیصلہ کرنا کیا ہوتا ہے۔ ایسا ہی دینی امور میں بھی ہونا چاہیئے اور خلافت کی ضرورت بھی یہی ہے کہ جماعت کا ایک منتظم ہو۔ اور ہر دینی امر کو دیکھ کر فیصلہ کرے نہ کہ ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ خود ہی فیصلہ کرنے بیٹھ جائے۔

بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ کسی شخص سے حضرت مسیح موعودؑ کے حکم کے خلاف ہوا۔ مثلاً کسی نے اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے دی۔ تو وہ فوراً اُس کا بائیکاٹ کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ حق نہیں کہ خود بخود اس کا بائیکاٹ کریں۔ ان کو چاہیئے کہ ہم تک معاملہ پہنچائیں۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ وہ مجرم ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو اس نے کن اسباب کے ماتحت ایسا کیا ہے۔ آیا بے علمی سے اس سے یہ کام ہو گیا یا کوئی اور وجہ ہے۔ پس آپ لوگوں کا فرض ہے کہ جب کوئی ایسی بات دیکھیں تو بجائے اس کے کہ خود بخود یہ فیصلہ کر لیں کہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ یا اس کو احمدی نہ سمجھیں۔ ہمیں اطلاع دیں۔ اور جب تک یہاں سے کوئی فیصلہ نہ ہو۔ اس وقت تک خود ہی کوئی فیصلہ نہ کریں۔ کیونکہ اس سے فساد بڑھتا ہے۔ دیکھو میں نے مثال دی ہے۔ کہ اگر کوئی کسی کو قتل کر دے تو قانوناً اگرچہ قاتل قتل کیا جانا چاہیئے۔ مگر مقتول کے رشتہ داروں کو یہ حق نہیں کہ فوراً اُس کو قتل کر دیں۔ ہاں وہ حکومت تک پہنچا دیں۔ حکومت جو سزا چاہے تجویز کرے۔ اسی طرح ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اگر اپنی جماعت کے سکرٹری یا پریذیڈنٹ یا امام یا کسی اور فرد کی کسی بات کو حضرت مسیح موعودؑ کے حکم کے خلاف دیکھیں تو یہ نہ ہو کہ اس کو جھٹ بائیکاٹ کر دیں بلکہ ان کو چاہیئے کہ ہم تک پہنچا دیں آگے ہم خود فیصلہ کریں گے۔

غیر احمدی کو لڑکی دینا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کو سخت ناپسند کیا ہے

لیکن اگر کوئی ایسا کرتا ہے۔ تو جماعت کے لوگ خود بخود اس سے الگ نہ ہوں۔ بلکہ ان کو چاہیئے کہ وہ یہاں لکھ بھیجیں۔ اگر خود بخود ایسا کریں تو یقینی بات ہے کہ وہاں کی جماعت کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے۔ کچھ بائیکاٹ کرنے والوں کے ساتھ ہوں گے۔ اور کچھ اس شخص کے ساتھ جس کو الگ کیا جائے گا۔ اس طرح بہت فتنہ ہوتا ہے۔ اس میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہاں سے کسی کے متعلق جو فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جائے۔ اور خود بخود کوئی فیصلہ نہ کر لیا جائے۔ اگر اس طرح کھلا چھوڑ دیا جائے تو جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ پس میں خاص طور پر اپنی جماعت کے لوگوں کو تنبیہہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس قسم کے فتوؤں کو روکیں کہ فلاں احمدی نہیں رہا۔ اور جماعت سے الگ ہو گیا۔ اب اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ جو معاملہ ہو وہ ہم تک پہنچائیں۔ خود بخود فتویٰ دینا فتنہ کو بڑھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ؕ [1]

کہ جو لوگ کہ مؤمن مردوں اور عورتوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں اور پھر توبہ نہیں کرتے ان کے لئے دوزخ کا اور جلا دینے والا عذاب ہے۔

پس جس طرح کسی کا یہ حق نہیں کہ قاتل کو قتل کرے۔ بلکہ سیاست و حکومت کے سپرد کرے اسی طرح آپ لوگوں کا بھی فرض ہے۔ جس کسی سے کوئی کمزوری صادر ہو۔ اس کی اطلاع ہمیں دو۔ تاکہ اس کا علاج کیا جائے۔ اور خود بخود کوئی فیصلہ نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اپنے فرائض کے سمجھنے کی توفیق دے اور ہماری جماعت سے ان امور کو اٹھا دے جو فتنہ کا موجب ہوں۔ اور ان پر قائم کرے جو اتحاد کا موجب ہیں۔ آمین:

(الفضل ۲۰ فروری ۱۹۱۷ء)

---

[1] :۔ البروج : ۱۱